"شب عیدین کی عبادت اور اس کی فضیلت"

عیدالفطر اور عیدالاضحی کی راتیں چونکہ شرف و بزرگی کی راتیں ہیں لہٰذا ان میں جاگ کر عبادت کے خصوصی اہتمام کرنے کی تاکید اور ان دو راتوں کی عبادت کے اجر و ثواب اور برکات و فضیلت کے متعلق بعض دینی کتب میں بہت کچھ بیان کیا جاتا ہے چنانچہ علامہ ابو عبداللہ محمد بن نصر المروزی (م سنہ ۲۹۴ ھ) نے اپنی مشہور تصنیف " قیام اللیل و قیام رمضان و کتاب الوتر " ، جس کی تلخیص علامہ احمد بن علی المقریزی (م سنہ ۸۴۵ ھ) نے کی تھی ، میں ایک مستقل باب اس طرح باندھا ہے " باب قیام لیلتہ العید " ، اور اس باب کے تحت بیان کی جانے والی پہلی دو روایتیں اس طرح ہیں ۔

" ھارون بن عبید اللہ الاسلمی بلغنی انہ من احیی لیلہ العیدلم یمت قلبہ تموت القلوب ، ابو امامہ من قام لیلہ العید ایمانا و احتسابا لم یمت قلبہ حسن تموت القلوب ۔ و عن ابن المبارک مثلہ ۔ "

واضح رہے کہ مذکورہ بالا روایتوں کی صحت پر " قیام اللیل " کے محشی مشہور سلفی عالم مولانا عبدالشکور اثری صاحب نے کوئی کلام نہیں فرمایا ھے نیز ان دونوں روایات کے الفاظ اصل حدیث کے الفاظ سے قدرے مختلف ہیں ۔

اور امام محی الدین ابو زکریا یحیی بن شرف النووی الدمشقی (م سنہ ۶۷۶ ھ) اپنی مشہور کتاب " الاذکار المنتخبتہ من کلام سید الابرار صلی اللہ علیہ والہ وسلم " میں رقمطراز ہیں ۔

"جان لو کہ طاعات میں سے اللہ تبارک تعالی کے ذکر اور نماز وغیرہ سے عیدین کی راتوں کو زندہ کرنا اس بارے میں وارد شدہ حدیث کے پیش نظر مستحب ہے ۔ " ومن

احیا لیلتی العید لم یمت قلبہ یوم تموت القلوب " ۔ امام شافعی اور ابن ماجہ کی روایت میں اس طرح ہی وارد ہے لیکن یہ حدیث ضعیف ہے ۔ حضرت ابو امامہ سے مرفوعا و موقوفا روایت کی جانے والی دونوں روایتیں ضعیف ہیں لیکن فضائل کے باب میں ضعیف روایات مقبول ہوتی ہیں ۔ البتہ علماء کا اس بارے میں اختلاف ضرور ہے کہ شب عید کو زندہ کرنے کی فضیلت کس قدر عبادت کرنے سے حاصل ہوتی ہے ۔ بظاہر یہ اس رات کے بیشتر حصہ کو عبادت صرف کرنے سے حاصل ہوتی ہے لیکن بعض علماء کا قول ہے کہ اگر ایک ساعت بھی عبادت کر لی جائے تو اس رات کی عبادت کی فضیلت کا حصول ممکن ہے ۔

امام نووی کی مذکورہ بالا عبارت میں کئی امور قابل مواخذہ ہیں ۔ اولا ۔ استحباب کا دعوی باطل ہے کہ ضعیف احادیث سے استحباب ثابت نہیں ہوا کرتا ' ثانیا ۔ فضائل اعمال ' ترحیب و ترغیب اور مواعظ وغیرہ میں ضعیف احادیث کا مقبول ہونا کوئی متفق علیہ کلیہ نہیں بلکہ علماء کے مابین محل نزاع ہے پھر فضائل اعمال وغیرہ میں ضعیف احادیث کو قبول کرنے کے لئے علمائے تحقیق نے چند شرائط بھی مقرر کی ہیں جنکی تفصیل کا یہ محل نہیں ہے جسے اس بارے میں مزید تفصیلات مطلوب ہوں وہ راقم کی زیر طبع کتاب " ضعیف احادیث کی معرفت ارو ان کی شرعی حیثیت " ملاحظہ فرمائے ۔

" ازکار " کے شارح علامہ ابن علان امام نووی کے مذکورہ بالا اقتباس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں ۔

" علامہ اوزاعی کا قول ہے ۔ اس سے استحباب کی عدم تاکید کا لینا صواب ہے ۔ کتاب " الروض " میں عید کی راتوں کے احیاء کے استحباب کی تاکید بیان کی گئی ہے ۔ شیخ زکریا نے اپنی شرح میں علامہ اذرعی کا قول نقل کرنے کے بعد اس پر سکوت اختیار کیا ہے " ۔

مظاہر العلوم سہارنپور کے سابق شیخ الحدیث جناب مولانا زکریا کاندھلوی صاحب مرحوم " فضائل رمضان " فصل ثالث میں تحریر فرماتے ہیں ۔

" پانچواں امر ضروری یہ ہے کہ حدیث بالا میں عید کی رات کوانعام کی رات سے پکارا گیا ہے ۔ اس رات میں حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اپنے بندوں کو انعام دیا جاتا ہے اس لئے بندوں کو بھی اس رات کی بیحد قدر کرنی چاہیے ۔ بہت سے لوگ عوام کا تو پوچھنا ہی کیا خواص بھی رمضان کے تھکے ماندے اس رات میں میٹھی نیند سوتے ہیں ۔ حالانکہ یہ رات بھی خصوصیت سے عبادت میں مشغول رہنے کی ہے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ثواب کی نیت کرکے دونوں عیدوں میں جاگے (اور عبادت میں مشغول رہے) اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن سب کے دل مر جاویں گے (یعنی فتنہ فساد کے وقت جب لوگوں کے قلوب پر مردنی چھاتی ہے ' اس کا دل زندہ رہیگا اور ممکن ہے کہ صور پھونکے جانے کا دن مراد ہو ' کہ اسکی روح بیہوش نہ ہو گی) ۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص پانچ راتوں میں (عبادت کے لئے) جاگے اس کے واسطے جنت واجب ہو جاوے گی ۔ لیلتہ الترویہ (آٹھ ذی الحجہ کی رات) ' لیلتہ العرفہ (۹ ذی الحجہ کی رات) لیلتہ النحر (۱۰ ذی الحجہ کی رات) اور عید الفطر کی رات اور شب برات یعنی ۱۵ شعبان کی رات ۔ فقہاء نے بھی عیدین کی رات میں جاگنا مستحب لکھا ہے ۔ " غرہ رجب کی رات اور نصف شعبان کی رات ۔ "

اس شب کی فضیلت و عبادت کے متعلق علامہ مروزی نے تابعین میں مشاہیر کے بارے میں بیان کیا ہے کہ ۔

" مشہور تابعی عالم حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ شب عید الفطر باعتبار فضیلت ماہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی راتوں جیسی ہی ہے اور جلیل القدر تابعی حضرت عبدالرحمن بن الاسود شب عید الفطر کو چالیس رکعات نفل اور سات رکعات وتر پڑھایا کرتے تھے " ۔

شب عیدین کی عبادت کی مزعومہ فضیلت اس قدر مشہور اور زبان زد ہو چکی ہے کہ رمضان المباک کے روزوں کے احکام و مسائل پر لکھی جانے والی شاید ہی کوئی کتاب ہو جو اس کے ذکر سے خالی ہو ۔ حال ہی میں اردو روزنامہ " جنگ " راولپنڈی

کی جمعہ میگزین کے ایک تازہ شمارہ میں " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کس طرح مناتے تھے "۔ کے زیر عنوان جناب وکیل انجم صاحب تحریر فرماتے ہیں ۔

" ۔ ۔ ۔ ۔ عید کی رات بھی آپ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کے لئے عبادت کرتے تھے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے محض ثواب کی خاطر عید کی راتوں میں عبادت کی اس کا دل اس دن مردہ نہیں ہوا جس دن تمام مردہ ہو جائیں گے "۔

ضروری محسوس ہوتا ہے کہ ذیل میں شب عیدین کی فضیلت میں بیان کی جانے والی جملہ روایات کا علمی جائزہ پیش کیا جائے ۔

(۱) من قام ليلتي العيدين محتسبا لله لم يمت قلبه يوم تموت القلوب "

" جس نے اللہ کے ثواب کی خاطر دونوں عیدوں کی راتوں میں عبادت کی اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن بہت سے دل مردہ ہو جائیں گے "۔

یعنی قیامت کے دن جب کہ لوگوں پر بے حد سختیاں اور دہشتیں ہوں گی اور لوگ حواس باختہ ہو جائیں گے اس دن اس کا دل بالکل بے خوف اور مطمئن ہو گا ۔

اس حدیث کی تخریج امام ابن ماجہ نے اپنی " سنن " میں بطریق بقیہ بن الولید عن ثور بن یزید عن خالد بن معدان عن ابی امامہ مرفوعاً کی ہے مگر اسکی اسناد میں ایک روای بقیہ بن الولید بن صائد بن کعب الکلاعی ابو حمید ہے جس کے متعلق ابو حاتم رازی کا قول ہے ۔ " اسکے ساتھ حجت نہیں ہے "۔ جو زجانی نے بقیہ پر قدح کی ہے ۔ ابو مسہر بیان کرتے ہیں ۔ " بقیہ کی احادیث صاف ستھری نہیں بلکہ تقیہ والی ہوتی ہیں "۔ ابن حزیمہ کا قول ہے ۔ " میں بقیہ کے ساتھ احتجاج نہیں کرتا "۔ ابن حبان فرماتے ہیں ۔ " اس نے شعبہ و مالک و غیرھما سے احادیث مستقیمہ سنیں پھر شعبہ و مالک سے روایت کرنے والے کذابین سے احدیث سنیں ' پھر جو کچھ ضعفاء سے سنا تھا اسے ثقات سے تدلیس کے ساتھ روایت کیا ۔ وہ حدیث میں ایسا کرنے والوں میں سے (یعنی مدلس) تھا لہٰذا اس کے ساتھ حجت نہیں ہے "۔ علامہ منذری کا قول ہے ۔ "

فیہ مقال " ۔ ابن ترکمانی نے " جوھر النقی " میں دقیق ابن اعید کا قول نقل کیا ہے کہ " امام دار قطنی نے بقیہ کو ضعیف بتایا ہے " ۔ ابن القطان کا قول ہے ۔ " بقیہ ان لوگوں میں سے ہے جو ضعف کے لئے مشہور ہیں ۔ اس کے ساتھ احتجاج درست نہیں ہے " ۔ بیہقی فرماتے ہیں ۔ " اس کے مجہول شیخ کی روایت ضعیف ہوتی ہے ۔ اگر اس کی روایت میں تفرد ہو تو حجت نہیں ہے پھر وہ ان روایات میں کیوں کر حجت ہو سکتا ہے جن میں وہ ثقافت کی مخالفت کرتا ہو ؟ " ۔ امام دار قطنی نے اسے اپنی کتاب " الضعفاء و المتروکون " میں وارد کیا ہے اور فرماتے ہیں ۔ " متروکین کی ایک قوم مثلا مجاضع بن عمر اور عبید اللہ بن یحیی وغیرہ سے روایت کرتا ہے ۔ مجھے علم نہیں کہ بقیہ کے علاوہ کوئی اور ان سے روایت کرتا ہو " ۔ امام عجلی فرماتے ہیں ۔ " اگر معروفین سے روایت کرے تو ثقہ ہے اور اگر مجہولین سے روایت کرے تو کچھ بھی نہیں ہے " ۔ نسائی فرماتے ہیں ۔ " جب " ثنا " یا " انا " کہہ کر روایت کرے تو ثقہ ہے " ۔ امام ذہبی فرماتے ہیں ۔ " دعا علم میں سے ہے ۔ اس کے ساتھ احتجاج کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے ۔ بعض ائمہ نے اسے ثقات کی طرف مروی مناکیر کی کثرت کے باوجود قبول کیا ہے ۔ اسکی حدیث امام بخاری نے تعلیقا ' ایک حدیث امام مسلم نے متا.حہ اور اصحاب سنن نے قبول کی ہیں ۔ یحیی بن معین بقیہ کے متعلق اچھی رائے رکھتے تھے ۔ دارمی کا قول ہے ۔ " یحیی بن معین سے بقیہ بن الولید کی حدیث کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ۔ " ابن معین اور ابوزرعہ کا قول ہے کہ ۔ " اگر بقیہ ثقہ رواۃ کے ساتھ روایت کرے تو حجت ہے " ۔ ابن مبارک کا قول ہے کہ " صدوق ہے " ۔ ابن سعد فرماتے ہیں ۔ " ابو احمد الحاکم فرماتے ہیں ۔ " اگر ثقات سے روایت کرے تو اپنی حدیث میں ثقہ ہے " ۔ امام احمد بن حنبل کا قول ہے ۔ " وہ مجھے اسماعیل بن عیاش سے زیادہ محبوب ہے " ۔ امام احمد کا ایک اور قول ہے ۔ " اگر وہ عن کے ساتھ غیر معروف لوگوں سے روایت کرے تو غیر مقبول ہے " ۔ ابن المدینی فرماتے ہیں ۔ " جو وہ اہل شام سے روایت کرے تو صالح ہے اور اگر اہل حجاز یا عراقیوں سے

روایت کرے تو بہت زیادہ ضعیف ہے "۔ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں ۔ " ضعفاء اور مجہولین سے روایت میں کثیرا لتدلیس ہے ۔ اس کے اس وصف کی صراحت ائمہ نے کی ہے ۔ " علامہ ابن الجوزی نے " العلل المتناھیہ فی الاحادیث الواھیہ " ، " التحقیق " اور " الضعفاء و المتروکین " میں علامہ محمد طاھر پٹنی نے قانون الموضوعات و الضعفاء میں ' علامہ ابن دقیق العید نے " الامام " میں ' ابو حاتم الرازی نے " العلل " میں اور ابن حجر عسقلانی نے " تقریب التھذیب " اور " تعریف اھل التدلیس " وغیرہ میں بقیہ کے وصف تدلیس کو بیان کیا ہے ۔

اگر بقیہ بن الولید ائمہ کے اقوال جرح مثلاً " ضعیف " اور " ناقابل احتجاج " وغیرہ کو قبول نہ کیا جائے تو بھی یہ تو قطعی امر ھے کہ بقیہ سئی التدلیس ضرور ھے یعنی وہ ثقات کی طرف سے روایت کرنے والے کذاب راویوں سے روایت کرتا ہے مگر انہیں اپنے اور ثقات کے درمیان سے ساقط کر کے تدلیس کرتا ہے ۔ پس یہ بعید نہیں ہے کہ زیر بحث حدیث میں بھی اس نے اپنے جس شیخ کو ساقط کیا ہو وہ کذابین میں سے کوئی ہو ۔ اگر اگلی حدیث کی اسناد کو دیکھا جائے جو ایک کذاب روای عمر بن ھارون عن ثور بن یزید کے طریق سے مروی ھے تو اس شک کو مزید تقویت ملتی ھے کیونکہ یہ بعید نہیں کہ بقیہ کو یہ حدیث بھی عمر بن ھارون البلخی سے ہی ملی ہو مگر اس نے تدلیس الاسناد کے ذریعہ عمر بن ھارون کو اپنی سند روایت سے ساقط کر دیا ہو ' واللہ اعلم ۔ چنانچہ " الزوائد " میں مذکور ہے کہ " اس حدیث کی اسناد بقیہ کی تدلیس کے باعث ضعیف ہے " ۔ حافظ عراقی " تخریج الاحیاء " میں فرماتے ہیں ۔ " اسنادہ ضعیف " ۔ اس کے رواہ ثقات ہیں سوائے اس کے کہ بقیہ مدلس ہے اور اس پر عنعنہ ہے " ۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں ۔ " المختصر میں ہے کہ اسمیں ضعف ہے " ۔ علامہ محمد طاہر پٹنی گجراتی فرماتے ہیں ۔ " ضعیف ہے " ۔ مگر علامہ شوکانی اور علامہ محمد طاہر پٹنی نے حدیث کے الفاظ قدرے مختلف اس طرح نقل فرمائے ہیں ۔ " من احیا لیلتہ العید لم یمت قلبہ " (فوائد المجموعہ) " من احیی لیلتی العید لم یمت قلبہ یوم تموت القلوب " (

تذکرہ الموضوعات) اور دونوں حضرات نے اسے ابن ماجہ کی طرف منسوب کیا ہے ۔
اور محدث عصر علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ نے زیر مطالعہ حدیث کو " بہت زیادہ ضعیف " قرار دیا ہے ۔

(۲) ۔ من احیی لیلتہ الفطر اولیلتہ الاضحی لم تمت قلبہ اذا ماتت القلوب ۔ "
جس نے (عبادت سے) عیدالفطر یا عیدالاضحی کی شب کو زندہ کیا تو اس کا دل اس وقت مردہ نہ ہوگا جب بہت سے دل مردہ ہو جائیں گے ۔

امام دار قطنی نے اس حدیث کو اپنی کتاب " العلل " میں بطریق جریر بن عبدالحمید عن ثور عن مکحول عن ابی امامہ مرفوعا وارد کیا ہے ' اور فرماتے ہیں ۔ " اس کو عمر بن ھارون (جس کا ترجمہ انشاءاللہ آگے آئے گا) نے عن جریر عن ثور عن مکحول روایت کیا ہے اور اسکی سند کو عن معاذ بن جبل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا ہے ' لیکن محتاط اور محفوظ بات یہ ہے کہ یہ روایت مکحول پر موقوف ہے " ۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس روایت کے بارے میں امام دار قطنی کے مذکورہ بالا قول کو نقل کرتے ہوئے اس سے اتفاق ظاہر کیا ہے ۔ شب عیدین میں سے کسی ایک شب کو عبادت سے زندہ کرنے کے متعلق اس روایت کو امام ابن الجوزی نے اپنی کتاب " العلل المتناھیہ فی الاحادیث الواھیتہ " میں وارد کیا ہے ۔

(۳) ۔ من احیاء لیلتہ الفطر و لیلتہ الاضحی لم تمت قلبہ یوم تموت القلوب ۔
" جس نے (عبادت سے) شب عید الفطر و عید الاضحی کو زندہ کیا تو اس کا دل اس دن مردہ نہ ہوگا جس دن بہت سے دل مردہ ہو رہیں ہو گے " ۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے " معجم الکبیر " اور " معجم الاوسط " میں حضرت عبادہ بن الصامت سے مرفوعا روایت کیا ہے ۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اسے " جامع الصغیر " میں وارد کر کے گویا رمزا اس کی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے حالانکہ زیر مطالعہ حدیث کی اسناد کے متعلق علامہ ھیثمی فرماتے ہیں ۔

" اسکی سند میں عمر بن ھارون بلخی موجود ہے جس پر ضعف غالب ہے ۔ ابن

مہدی وغیرہ نے اگرچہ اسکی ثنابیان کی ہے لیکن ائمہ کی ایک بڑی جماعت نے اسکی تضعیف کی ہے "۔

لیکن عمر بن ہارون البلخی کے متعلق ابن مہدی کا ایک دوسرا قول بھی اسماء الرجال کی کتب میں اس طرح مروی ہے۔ " میرے نزدیک اسکی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے "۔ صالح جزرہ نے عمر بن ہارون کو کذاب ' یحیی نے "کذاب خبیث ' ابو داود نے " غیر ثقہ " ' امام احمد و ابن مہدی و نسائی نے " متروک الحدیث " ' امام عجلی ' علی بن مدینی اور دار قطنی نے " ضعیف " قرار دیا ہے۔ علی بن المدینی کا ایک قول ہے کہ " بہت زیادہ ضعیف ہے۔ زکریا ساجی فرماتے ہیں اس میں ضعف ہے۔ اور ابو علی نیشاپوری کے نزدیک عمر بن ہارون " متروک " ہے۔ امام ابن حبان بیان کرتے ہیں۔ " یہ ان لوگوں میں سے تھا جو ثقات کی طرف سے معضلات روایت کرتے ہیں نیز وہ ان شیوخ حدیث سے سماع کا دعوی کرتا تھا جن کو اس نے دیکھا تک نہیں تھا "۔ ابن مبارک نے اسکی تکذیب کی ہے اور بیان کیا ہے کہ " وہ جعفر بن محمد کی موت کے بعد مکہ المکرمہ آیا تھا یہاں آکر اس نے دعوی کیا کہ اس نے جعفر بن محمد کو دیکھا ہے چنانچہ ان سے روایت بیان کرتا تھا۔ قتیبہ کا قول ہے۔ " کان شدیدا علی المرجئۃ اعلم الناس بالقراآت "۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔ وہ مناکیر کی کثرت اور ضعف کے باوجود اوعیتہ العلم میں سے تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ باطل چیزوں کو عمدا بیان کرتا ہو۔ ابن معین کا ایک قول یہ بھی ہے کہ " وہ کچھ بھی نہیں ہے "۔ امام احمد سے مروی ہے کہ " میں اس سے کوئی چیز روایت نہیں کرتا "۔ علامہ زیلعی فرماتے ہیں۔ " مجروح ہے اس پر متعدد ائمہ نے کلام کیا ہے "۔ امام ابن حنبلی نے اپنی کتاب " الموضوعات " میں عمر بن ہارون سے مروی ایک حدیث نقل کرنے کے بعد عمر بن ہارون کو اسے " وضع " کرنے کا متہم ٹھیرایا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔ " متروک ہے ' طبقہ نہم کے کبار حفاظ میں سے تھا "۔

پس معلوم ہوا کہ زیر مطالعہ حدیث کی اسناد میں عمر بن ہارون البلخی ساقط و متہم

راوی ہے لہٰذا اس حدیث کے ناقابل حجت ہونے میں بھی کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ اس بارے میں علامہ ھیثمی کا قول اوپر گزر چکا ہے۔ حافظ کا قول ہے کہ " یہ غریب اور مضطرب الاسناد ہے "۔ محدث و محقق عصر علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ نے اس حدیث کے " موضوع " ہونے کی صراحت بھی فرمائی ہے۔

اس حدیث کو امام شافعی نے حضرت ابو الدرداء کے طریق سے بھی روایت کیا ہے مگر امام شافعی کی اس روایت کے متعلق علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔ " حضرت ابوالدرداء سے یہ حدیث موقوفا مروی ہے "۔

(۴)۔ من احیاء اللیالی الاربع و جبت لہ الجنتہ لیلتہ الترویہ و لیلتہ عرفتہ و لیلتہ النحر و لیلتہ الفطر۔

" جو شخص چار راتوں کو (عبادت سے) زندہ کرے اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی۔ (وہ راتیں یہ ہیں) ترویہ کی شب ' عرفہ کی شب ' نحر کی شب اور عیدالفطر کی شب "۔

(واضح رہے کہ ان راتوں میں سے " ترویہ " سے مراد ۸ ذوالحجہ کی شب ' " عرفہ " سے مراد ۹ ذوالحجہ کی شب ' " نحر " سے مراد عیدالاضحی یا ۱۰ ذوالحجہ اور " فطر " سے مراد یکم شوال یا عید الفطر ہے)۔ اس حدیث کی طرف اوپر مولانا زکریا کاندھلوی صاحب مرحوم کے اقتباس میں اشارہ موجود ہے۔

اس حدیث کو نصر المقدسی نے " الامالی " کے جزء میں بطریق سوید بن سعید حدثنی عبدالرحیم بن زید العمی عن ابیہ عن وھب بن منبہ عن معاذ بن جبل مرفوعا روایت کیا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اس کو بحوالہ ابن عساکر " جامع الصغیر " میں وارد کیا ہے اور رمزا اسکی صحت بیان کی ہے۔ علامہ منذری نے بھی " ترغیب و ترھیب " میں اس حدیث کو بروایت اصبھانی وارد کیا ہے " ترغیب و ترھیب " للمنذری کی روایت میں " اللیالی الاربع " کے بجائے " اللیالی الخمس " یعنی پانچ راتوں کا ذکر ہے اور وہ پانچویں رات نصف شعبان کی رات یعنی " شب برات " ہے۔ اس کے لئے

روایت کے آخر میں " ولیلتہ النصف من شعبان " کے اضافی الفاظ مذکور ہیں ۔

اس حدیث کی اسناد میں ایک مجروح راوی عبدالرحیم بن زید بن الجواری العمی البصری ہے جسے امام ابو حاتم الرازی و امام نسائی نے " متروک الحدیث " یحیی نے ایک مرتبہ ۔ " لیس بشی " (یعنی کچھ بھی نہیں یا ہیچ ہے) اور دوسری طرف مرتبہ " کذاب " ' ابوزرعہ نے " واہ " ' بخاری نے " ترکوہ " ' سعدی اور جوزجانی نے " غیر ثقہ " اور ابو داؤد نے " ضعیف " قرار دیا ہے ۔ امام بیہقی بیان کرتے ہیں ۔ " روایت میں قوی نہیں ہے " ۔ ابن حبان کا قول ہے ۔ " اپنے والد سے عجائبات روایت کرتا ہے اور اس امر میں کوئی شک نہیں کہ اسکی تمام تر احادیث معمولہ یا مقلوبہ ہوتی ہیں ۔ ۔ ۔ پس لائق تر ہے " ۔

اس حدیث کی اسناد میں ایک دوسرا ضعیف راوی سوید بن سعید بن سہل الھردی الحد ثانی ہے جسے امام احمد بن حنبل نے " متروک الحدیث " اور امام نسائی نے " غیرثقہ " کہا ہے ۔ یحیی بن معین کا قول ہے ۔ " کذاب ' ساقط ' لوکان لی فرس ورمح کنت اغذدہ " ۔ ابو دواد بیان کرتے ہیں ۔ " میں نے یحیی کو کہتے ہوئے سنا فرماتے تھے کہ وہ حلال الدم ہے " ۔ امام بخاری کا قول ہے ۔ " اس کی حدیث منکر ہوتی ہے ' پس محل نظر ہے ۔ وہ نابینا ہو گیا تھا پھر ایسی تلقین قبول کر لیتا تھا جو اسکی حدیث میں سے نہیں ہوتی تھی " ۔ امام ترمذی نے امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ " وہ بہت زیادہ ضعیف ہے " ۔ امام ابن حبان بیان کرتے ہیں کہ ۔ " ثقات کی طرف سے معضلات لاتا ہے " ۔ صالح جزرہ بیان کرتے ہیں کہ " سوید صدوق تھا مگر نابینا ہو جانے کے بعد اپنی حدیث کے علاوہ بھی تلقین قبول کر لیتا تھا " ۔ ابو زرعہ کا قول ہے " جو کچھ اس نے لکھا ہوا ہے وہ صحیح ہے " ۔ امام بغوی کا قول ہے " حفاظ میں سے تھا " ۔ امام دار قطنی فرماتے ہیں ۔ " وہ ثقہ ہے مگر جب وہ عمر رسیدہ ہوا تو اس کے سامنے اگر کوئی ایسی حدیث پڑھی جاتی جسمیں نکارت موجود ہوتی تو بھی اسے وہ قبول کر لیتا تھا " ۔ امام مسلم نے اس سے احتجاج کیا ہے ۔ بغوی اور ابن ماجہ وغیرہ نے اس سے روایت لی ہے ۔ وہ

صاحب حدیث اور حافظ تھا مگر عمر رسیدہ ہونے پر نابینا ہو گیا تھا پھر جو اسکی حدیث نہ ہوتی وہ بھی ملقن ہو جاتی ۔ فی نفسہ وہ صادق اور صحیح الکتاب تھا ۔ میمونی کی روایت میں ہے کہ امام احمد نے فرمایا ۔ " مجھے اس کے متعلق سوائے خیر کے اور کچھ علم نہیں ہے " ۔ حالانکہ ابن الجوزی نے امام احمد کا جو قول نقل کیا ہے وہ اس سے قبل اوپر گزر چکا ہے ۔ عجلی نے سوید کی " ثقاہت " بیان کی ہے ۔ امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں ۔ " فی نفسہ صدوق ' مگر تدلیس کے ساتھ موصوف ہے ۔ امام دار قطنی و اسماعیلی وغیرہ نے اس وصف کی صراحت کی ہے ۔ آخری عمر میں اس میں لبسب اندھے پن کے تغیر آگیا تھا جس کے باعث وہ ضعیف ہے ۔ امام مسلم نے اس سے اس کے نابینا ہونے سے قبل اسکی صحت کی حالت میں سماع کیا تھا ۔ امام ابو حاتم الرازی فرماتے ہیں کہ " صدوق مگر کثیرا لتدلیس ہے " ۔

پس معلوم ہوا کہ زیر مطالعہ حدیث کی اسناد میں سوید بن سعید اور عبدالرحیم بن زید کی موجودگی ظلمات بعضھا فوق بعض کے عین مصداق ہے اسی باعث علامہ سیوطی کی وارد کردہ حدیث پر علامہ مناوی اس طرح تعاقب فرماتے ہیں ۔ " ابن حجر نے تخریج الاذکار " میں کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کے رواہ میں ایک روای عبدالرحیم بن زید العمی متروک ہے ۔ علامہ ابن علان نے بھی فتوحات الربانیہ علی الاذکار النودیہ " میں اس حدیث کے متعلق علامہ ابن حجر کا مذکورہ قول ہی نقل کیا ہے ۔ امام ابن الجوزی نے اس حدیث کا اپنی کتاب " العلل المتناھیہ فی الاحادیث الواھیہ " میں وارد کیا ہے اور فرماتے ہیں ۔ " یہ حدیث غیر صحیح ہے ۔ عبدالرحیم کو یحی نے کذاب اور نسائی نے متروک الحدیث کہا ہے " ۔ عصر حاضر کے مشہور عالم حدیث علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ نے اس پر " موضوع " ہونے کا حکم لگایا ہے ۔

شب عید کی عبادت کی فضیلت میں چند اور بھی روایات بیان کی جاتی ہیں جنمیں عموما رکعات اور نوافل کی تعداد یا ان رکعات میں پڑھی جانے والی سورتوں وغیرہ کا تعین مذکوہ ہے مگر وہ سب کی سب روایات موضوع اور گھڑی ہوئی ہیں ۔ یہاں پر ہم ان میں

سے صرف ایک روایت بطور مثال پیش کر رہے ہیں جسمیں عید کی شب کو صرف چھ رکعات نفل پڑھنے کا اجر یہ بتایا گیا ہے کہ اس شخص کے گھر کے تمام جہنمی افراد کی یوم قیامت شفاعت کی جائیگی ۔ " مامن عبد یصلی لیلہ العید ست رکعات الا شفع فی اھل بیتہ کلھم قد و جبت لھم النار " ۔ وغیرہ ۔ اس روایت کے بارے میں علامہ شوکانی فرماتے ہیں ۔ " ذیل " میں مذکور ہے کہ اسکی اسناد میں کذاب راوی ہے ۔ اور علامہ محمد طاہر پٹنی گجراتی فرماتے ہیں ۔ " اسکی اسناد میں اسمٰعیل کذاب موجود ہے " ۔

جہاں تک شب عید الاضحیٰ (جو حجاج کرام کیلئے شب مزدلفہ ہوتی ہے) کو عبادت سے زندہ کرنے کا تعلق ہے تو اس بارے میں مذکورہ بالا روایات کے علاوہ امام نووی فرماتے ہیں ۔

" یہ رات (شب مزدلفہ) عید کی رات ہے ۔ ہم اوپر عید کے اذکار میں اس رات کو ذکر و نماز سے زندہ کرنے کی فضیلت کے متعلق بیان کر چکے ہیں اور یہاں (مزدلفہ میں) تو اس رات کے شرف کے ساتھ اس مقام کی بزرگی و عظمت بھی شامل ہو گئی ہے " ۔

اور فرماتے ہیں

" مزدلفہ میں رات کے وقت بکثرت دعا و ذکر کرنا ' تلبیہ پڑھنا اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا مستحب ہے کیونکہ یہ عظیم شب ہے جیسا کہ ہم اس سے پیوستہ فصل میں بیان کر چکے ہیں " ۔

حالانکہ اس رات کے متعلق امام حافظ ابن القیم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو اسوہ مبارک نقل فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ ۔

" پھر آپ (مزدلفہ میں) سو گئے حتی کہ صبح ہو گئی ۔ آپ نے اس رات کو (عبادت سے) زندہ نہیں فرمایا ۔ عیدین کی شب کو زندہ نہ کرنے کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح چیز ثابت نہیں ہے " ۔

مولانا مختار احمد ندوی صاحب بھی " حج نبوی کا آنکھوں دیکھا حال " کے زیر عنوان

تحریر فرماتے ہیں ۔

" مزدلفہ میں رات گزارنا = نماز (مغرب و عشاء) سے فارغ ہو کر آپ لیٹ گئے اور صبح تک آرام فرمایا ۔ عادت کے خلاف اس رات قیام اللیل کے لئے بیدار نہ ہوئے ۔ یہی ایک شب ہے جس میں آپ نے تہجد نہیں پڑھی " ۔

اسی باعث علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ نے مزدلفہ میں حجاج کے رات کو جاگ کر عبادت کرنے کو " بدعات مزدلفہ " میں شمار کیا ہے ۔

پس معلوم ہوا کہ شب عیدین کو جاگ کر عبادات میں بسر کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے ۔ اس باب میں جتنی بھی روایات بیان کی جاتی ہیں وہ تمام کی تمام قطعاً ناقابل احتجاج یعنی یا تو حد درجہ ضعیف یا پھر موضوع یعنی گھڑی ہوئی جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے پس ان راتوں کی عبادت کے مسنون و مستحب ہونے کا دعویٰ باطل اور مزعومہ فضیلت کے حصول کے لئے تگ و دو کرنا محض سراب کے پیچھے بھاگنے کے مترادف ہے ۔ واللہ أعلم بالصواب ۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ اشرف الانبیاء و المرسلین ۔